سیلابی تباہی، اور بھارت سے تجارت!

عبدالباسط ○

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تجارت، بین الریاستی تعلقات کا ایک اہم جز ہے، اور عالم گیریت کے دور میں یہ اور بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ بعض حلقوں کی جانب سے یہ بھی تجویز کیا جاتا ہے کہ تجارت خاص طور پر ناموافق تعلقات میں اور بھی ضروری ہوجاتی ہے، کیونکہ اس سے بہتر ماحول کی تشکیل میں مدد ملتی ہے۔ بنیادی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ''تجارت کو سیاست سے الگ رہنا چاہیے اور وقتاً فوقتاً کشیدگی کو دوطرفہ تجارت پر اثرانداز ہونے کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے، کیونکہ عارضی خلل بھی خاص طور پر عام لوگوں کے لیے نقصان دہ ہے''۔

بلاشبہہ، کوئی بھی سمجھ دار شخص، پاک بھارت تعلقات کو معمول پر لانے پر اعتراض نہیں کرسکتا، لیکن تاریخ ان کمزور لوگوں پر کبھی رحم نہیں کھائے گی جو وقتی مصلحتوں کی قربان گاہ پر اصولوں کی قربانی دیتے ہوئے اس حقیقت کے برعکس دلائل دیئے چلے جارہے ہیں۔

پاکستان ان دنوں تباہ کن سیلاب اور اس کے مابعد اثرات سے گزر رہا ہے۔ ان حالات میں بھارت کے ساتھ تجارت دوبارہ شروع کرنے کے حق میں دلائل اور زیادہ زورشور سے سننے کو مل رہے ہیں۔ یہ دعویٰ کیا جارہا ہے کہ ممکنہ طور پر پاکستان کو کھانے پینے کی اشیا اور کپاس کی بڑے پیمانے پر قلت کا سامنا کرنا پڑے گا، جس سے نہ صرف مہنگائی میں مزید اضافہ ہوگا بلکہ پاکستانی برآمدات (exports) کو بھی نقصان پہنچے گا۔ لیکن بھارت سے ان اشیا کو درآمد کرکے اس صورتِ حال میں جزوی طور پر کمی لائی جاسکتی ہے، کیونکہ ان شدید معاشی اور مالیاتی حالات میں پاکستان کے لیے

○ ڈائریکٹر جنرل، اسلام آباد سنٹر فار ریجنل اسٹڈیز، اور سابق سفیر پاکستان

بھارت سے بہتر کوئی متبادل نہیں۔ اگر زندگی بخش دوائیں ہندستان سے درآمد کی جاسکتی ہیں تو ضروری اشیائے خورونوش کے حق میں یہ دلیل کیوں نہیں دی جاسکتی؟

جی ہاں، خالصتاً معاشی نقطۂ نظر سے یہ خیالات بامعنی ہیں۔ لیکن جب پاکستان بھارت تعلقات کی بات آتی ہے تو جغرافیائی معاشیات (جیوا کنامکس) کو دوسرے بنیادی متعلقات سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

۱۴فروری ۲۰۱۹ءکو پلوامہ میں مسلح کارروائی پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے، بھارت نے پاکستان سے درآمد و برآمد کے معاملات پر سخت فیصلے کیے اور فوری طور پر پاکستان سے درآمدات پر ۲۰۰ فی صد کسٹم ڈیوٹی عائد کر دی۔ لیکن پاکستان نے ردعمل میں اس طرح سے جواب نہیں دیا۔ تاہم، پاکستان نے سفارتی تعلقات کو کم کرنے کے علاوہ دوطرفہ تجارت کو صرف اس وقت روکا، جب اسی سال ۵ راگست ۲۰۱۹ءکو بھارت نے کشمیر پر یک طرفہ غیرقانونی ادغام کا فیصلہ کیا تھا۔ بھارت نے اپنی ہی سپریم کورٹ کے فیصلے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے یہ غیرآئینی اقدام کیا۔ پاکستان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ ایسا ردعمل ظاہر کرے جیسا کہ اس نے کیا۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ ۲۰۲۲ءکے سیلاب سے بہت پہلے پاکستان میں دوطرفہ تجارت کی بحالی کی تجاویز سننے میں آرہی تھیں۔ 'تحریک انصاف' کی حکومت میں وزیرتجارت عبداللہ رزاق داؤداور وزیرخزانہ حماد اظہر نے عوامی سطح پر رائے سازی شروع کر رکھی تھی۔ اقتصادی رابطہ کمیٹی نے اس سلسلے میں ایک سمری بھی تیار کرلی تھی، جسے بعد میں انھی کی کابینہ نے مسترد کردیا۔ بعدازاں مسلم لیگ ن اور پیپلزپارٹی حکومت کے وزیرخارجہ بلاول زرداری نے حلف اُٹھانے کے بعد اسلام آباد میں ایک تھنک ٹینک سے خطاب کے دوران بھارت سے تجارت کے حق میں بیان داغ دیا۔

خارجہ پالیسی کے اس طرح کے اہم فیصلوں کو ایسے غیرسنجیدہ انداز میں حل نہیں کیا جاسکتا اور نہ ایسا ہونا چاہیے۔ شہباز شریف کی حکومت میں وزیرخزانہ مفتاح اسماعیل نے ایک روز قوم کو بتایا کہ ''پاکستان بھارت سے ضروری اشیائے خورونوش درآمد کرنے پر غور کر رہا ہے''۔ اور اگلے ہی روز وزیراعظم شہباز شریف نے اپنے وزیرخزانہ کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ ''ایسا کچھ نہیں ہے''۔ خارجہ پالیسی کے اہم مسائل پر فیصلہ سازی کی مناسبت سے یہ رویہ تشویش ناک ہے۔

بھارتی حکومت نے کہا کہ اسلام آباد سے باضابطہ درخواست موصول ہونے پر اس معاملے پر غور کیا جائے گا، جب کہ بھارتی میڈیا نے یہ منتر دُہرایا کہ ''تجارت اور دہشت گردی ایک ساتھ نہیں چل سکتے''۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ بھارت، پاکستان کو کشمیر پر اپنے روایتی موقف سے ہٹ کر چلتا دیکھنا چاہتا ہے۔ یاد رہے پاکستان کی قومی سلامتی کمیٹی نے ۷ /اگست ۲۰۱۹ء کو اپنے اجلاس میں کچھ ایسے فیصلے کیے، جو پاکستان میں وسیع عوامی جذبات کی نمایندگی کرتے ہیں۔ دُنیا بھر میں مقیم کشمیریوں نے بھی ۵ /اگست کے بھارت کے غیر سنجیدہ فیصلے پر پاکستان کے معقول ردعمل کا خیر مقدم کیا۔

یہ سچ ہے کہ پاکستان کے مقتدر حلقے، کشمیر پر اپنے غیر سنجیدہ رویے کی وجہ سے عالمی ضمیر کو جھنجھوڑ نہیں سکے۔ تاہم، عالمی برادری کی جانب سے لاتعلقی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پاکستان بھارت کے مقابلے میں اپنے اصولی موقف سے دست بردار ہوجائے۔ وزیراعظم شہباز شریف نے پاکستان کے اس موقف کو دُہرایا کہ ''جب تک بھارت کشمیر کی سابقہ صورتِ حال کو بحال نہیں کرتا، پاکستان بھارت کے ساتھ دوطرفہ تعلقات قائم نہیں رکھ سکتا''۔ بھارت یہ توقع کر رہا تھا کہ شہباز حکومت گذشتہ حکومت کی طرف سے اختیار کیے گئے سخت موقف کو بآسانی ترک کردے گی۔

بھارت کی طرف سے مسلسل ہٹ دھرمی پر مبنی دھونس اور بین الاقوامی عہدو پیمان کی دھجیاں بکھیرنے کے باوجود، پاکستان کا دوطرفہ تجارت دوبارہ شروع کرنا کشمیر کاز کے لیے ایک اور دھچکا ہوگا۔ اسلام آباد کو بھارت کے غیر آئینی اقدامات کو قانونی حیثیت نہیں دینی چاہیے، جو کہ کشمیر پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں اور ۱۹۷۲ء کے شملہ معاہدے کی بھی خلاف ورزی ہے۔ پاکستان اس صورتِ حال کو جوں کا توں قبول کرنے کا متحمل نہیں ہوسکتا، جسے بھارت مستحکم کرنے پر تُلا ہوا ہے۔

ان حالات میں بھارت کے ساتھ تجارتی تعلقات کی بحالی سے کشمیریوں کے حوصلے مزید پست ہوں گے۔ وہ سخت مشکلات میں اپنی جدوجہد کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ جب پیاز، ٹماٹر اور کپاس کی درآمد دیگر جگہوں سے کی جاسکتی ہو تو کشمیریوں کی قربانی کو ان کی بھینٹ چڑھانا انتہائی افسوس ناک ہوگا۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ پاکستان کو دیگر مواقع سے استفادہ کرتے ہوئے بھارت سے ادویات کی درآمد بھی روک دینی چاہیے۔ اپنی کشمیر ڈپلومیسی کو مزید مستحکم کرنا چاہیے اور نامناسب وقت پر یک طرفہ لچک میں مبتلا ہونے سے گریز کرنا چاہیے۔